© rasailojaraid.com



# غزوۂ بنی نضیر

## سبب اور زمانے کی تعیین

(۴)

از مولانا ڈاکٹر ظفر احمد صاحب صدیقی

علی بن برہان الدین الحلبی (ف ۱۰۴۴ھ) مصنف "السیرۃ الحلبیہ" رقم طراز ہیں:

کانت تلک الغزاۃ فی ربیع الأول ای من السنۃ الرابعۃ، وقیل کانت قبل وقعۃ أحد، قال ابن کثیر والصواب إیرادھا بعد أحد، کما ذکر ذلک ابن اسحاق وغیرہ من ائمۃ المغازی[1]

یہ غزوہ ربیع الاول میں پیش آیا یعنی سنہ ۴ھ کے ربیع الاول میں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ غزوۂ احد سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ درست یہی ہے کہ اسے غزوۂ احد کے بعد رکھا جائے، جیسا کہ ابن اسحاق اور دوسرے اہل مغازی نے کیا ہے۔

---

[1] علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی، السیرۃ الحلبیہ، مطبعہ ازہریہ، طبع اول، سنہ ۱۳۲۰ھ، ۲/۲۷۰



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سید احمد بن زینی دحلان (ف ۱۳۰۴ھ) مصنف "السیرۃ النبویۃ" لکھتے ہیں:

واختلف اهل السیر فی السنة التی کان فیها، فذهب الزهری وجماعة، وجری علیه البخاری انها کانت بعد غزوة بدر وقبل أحد، وذهب ابن اسحاق إلی أنها کانت بعد بئر معونة ورجح المحققون من الحفاظ قوله[1]

غزوۂ بنی نضیر کے سنہ وقوع کے سلسلے میں اہلِ سیر میں اختلاف ہے، امام زہری اور ایک جماعت کی رائے ہے اور یہی امام بخاری کا بھی مسلک ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے بعد اور غزوۂ احد سے پہلے پیش آیا۔ ابن اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ بیر معونہ کے بعد کا واقعہ ہے اور اہلِ تحقیق محدثین نے اسی قول کو ترجیح دیا ہے۔

لیکن اگر دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کر دیا جائے کہ امام زہری کی روایت میں غزوۂ بنی نضیر سے مراد، وہ محاصرہ ہے جو بنو نضیر کی جانب سے پہلی بار سازشِ قتل کے بعد عمل میں آیا تھا اور جس کی تفصیلات عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کی روایت میں مذکور ہیں۔ اس کے برخلاف ابن اسحاق وغیرہ کی روایت میں غزوۂ بنی نضیر سے مراد ان کا وہ محاصرہ ہے، جو دوسری بار سازشِ قتل کے بعد ظہور میں آیا اور جس کے بعد وہ جلا وطن بھی کر دیے گئے۔ اول الذکر کا زمانہ غزوۂ بدر کے بعد ہے اور ثانی الذکر کا غزوۂ احد کے بعد، تو دونوں روایتوں کا تعارض بھی رفع ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے غزوۂ بنی نضیر سے متعلق اپنے مضمون میں ایک اشکال کے پیشِ نظر ابن اسحاق کی روایت میں سہوِ کتابت کا احتمال ظاہر فرمایا ہے۔ مناسب

---

[1] سید احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ، طبع مصر، سنہ ندارد، ۱/۲۹۳۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس سے بھی کس قدر بحث کی جائے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنا اشکال ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے:

"ابن اسحاق کی اس روایت کو تقریباً سارے ہی متاخرین دہراتے رہے ہیں۔ مجھے بچپن سے اس سے کھٹک رہی۔ ایک بار ہمارے ملک کے سب سے بڑے سوانح نگار نبوی (مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم) حیدر آباد دکن آئے تو میں نے ان سے طالب علمانہ پوچھا تھا کہ قاتل جب مسلمان تھا، تو یہودیوں پر خوں بہا کی کیوں ذمہ داری ہونی چاہیئے؟ زیادہ سوچے بغیر فرمایا "نہیں جی! وہ ذمہ دار تھے"۔ پھر اوروں سے گفتگو میں مشغول ہو گئے اور بات رہ گئی۔"[1]

ڈاکٹر صاحب نے آگے چل کر یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ ابن اسحاق کے بجائے عبدالرزاق کی روایت میں پیش کردہ سازش کے واقعے کو بنو نضیر کی جلاوطنی کا سبب قرار دیا جائے تو متذکرہ بالا اشکال سے بچا جا سکتا ہے۔ پھر موصوف نے ابن اسحاق کی روایت کی ان الفاظ میں توجیہہ فرمائی ہے:

"معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابن اسحاق کی کتاب 'المغازی' کو نقل کرتے وقت کاتب سے سہو ہوئی اور یا تو چند سطریں یا پورا ایک ورق چھوٹ گیا اور نظر اُچٹنے سے دو قصے مدغم ہو گئے۔ یہ بہت قدیم زمانے میں پیش آیا اور بعد کو تحقیق کا کسی کو خیال نہ آیا۔"[2]

---

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، غزوہ بنی نضیر کا اصل باعث، ماہنامہ "جامعۃ الرشاد" اعظم گڈھ، شمارہ جنوری و فروری ۱۹۸۲ء۔

[2] ایضاً۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



راقم حروف عرض پرداز ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سیرتِ نبوی کے نامور محققین میں شمار کیے جاتے ہیں اور سیرت کے مباحث سے متعلق موصوف کی رائیں سند کی حیثیت رکھتی ہیں، لہٰذا ہم مبتدیوں کے لئے ان کے مقابل لب کشائی مناسب نہیں ہے، لیکن ہم ان سے درخواست کرسکتے ہیں کہ معروضاتِ ذیل کی روشنی میں موصوف اپنی رائے پر نظرِ ثانی فرمائیں۔

(الف) ڈاکٹر صاحب نے اپنے اشکال کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ "قاتل جب مسلمان تھا تو یہودیوں پر خوں بہا کی ذمے داری کیوں ہونی چاہیئے؟" یہ اشکال اس صورت میں زیادہ قابل توجہ ہوتا، جب کہ یہودیوں پر فی الواقع خوں بہا کی ذمے داری عائد کی گئی ہوتی، لیکن ابن اسحاق یا دوسرے اہل مغازی کی روایت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں، جس سے یہود پر ذمے داری ڈالنے کا مفہوم مستفاد ہوتا ہو، کیونکہ روایات میں تو بالعموم "یستعینھم" کے الفاظ آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ "استعانت" یعنی مدد طلب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ذیل کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

"یستعینھم فی دیۃ ذینک القتیلین" (ابن اسحاق)

"یستعین فی دیتھما" (واقدی)

"یستعینھم فی دیۃ العامریین" (طبری)

"یستعینھم فی عقل الکلابیین" (ابو نعیم)

"یستعین بھم فی قتیلی عمرو بن أمیۃ" (ابن حجر)

البتہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس معاملہ میں تعاون کے لئے بنی نضیر ہی کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب ابن اسحاق اور واقدی دونوں کے یہاں موجود ہے اور وہ یہ کہ قبیلۂ بنو عامر جسے دیت کی یہ رقم ملنی تھی اور قبیلۂ بنی نضیر جن سے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہ معاہدہ جاہلیت میں طے پا گیا تھا) آپس میں ایک دوسرے کے حلیف و معاہد تھے۔ لہٰذا اس حلف پر بنو نضیر کا مسلمانوں سے تعاون در حقیقت اپنے حلیف قبیلے ہی کا تعاون تھا۔

چنانچہ ابن اسحاق کے الفاظ یہ ہیں :

"وکان بین بنی النضیر و بین بنی عامر عقد و حلف" (بنو نضیر اور بنو عامر ایک دوسرے کے حلیف و معاہد تھے۔)

اسی طرح واقدی نے لکھا ہے :

"وکانت بنو النضیر حلفاء لبنی عامر" (بنو نضیر، بنو عامر کے حلیف تھے)

ابن اسحاق کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے زرقانی تحریر فرماتے ہیں :

(وکان بین بنی النضیر و بین بنی عامر عقد و حلف) بکسر الحاء و سکون اللام، قال شیخنا: ولعل سؤاله لسہولۃ الاعطاء علیہم لکون المدفوع لہم من حلفاءہم اذ لو کانوا اعداءً لشق علیہم الاعطاء[1]

(ابن اسحاق کی عبارت) "وکان بین... الخ" میں لفظ "حِلْف" بہ کسرِ حاء اور سکونِ لام ہے۔ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ غالباً بنو نضیر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کے لئے دینا سہل تھا، کیونکہ جن لوگوں کو دیت کی یہ رقم دی جانی تھی، وہ ان کے حلیف تھے۔ البتہ وہ اگر ان کے دشمن ہوتے تو کچھ دینا اُن پر شاق گذرتا۔

(ب) ڈاکٹر صاحب موصوف نے ابن اسحاق کی روایت میں سہوِ کتابت کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے، شواہد قرائن سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اس لئے

---

[1] زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۲/۹۲



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کہ غزوۂ بنی نضیر کے سلسلے میں "سیرت ابن اسحاق" کی اصل عبارت کی کم از کم تین نقلیں ہمارے سامنے موجود ہیں جو ابن اسحاق کے تین شاگردوں سے مروی ہیں:

(۱) زیاد بن عبداللہ البکائی الکوفی (ف ۱۸۳ ھ) کی روایت
(بحوالہ "السیرۃ النبویۃ"[1] لابن ہشام)

(۲) سلمۃ بن الفضل الابرش (ف ۱۹۱ھ) کی روایت
بحوالہ "تاریخ الامم والملوک"[2] لابن جریر الطبری

(۳) یونس بن بکیر البصری (ف ۱۹۹ھ) کی روایت
(بحوالہ "الروض الأنف"[3] للسہیلی)

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان تینوں کے یہاں غزوۂ بنی نضیر کا سیاق تقریباً یکساں ہے۔ اب یہ بات نہایت مستبعد معلوم ہوتی ہے کہ ان تینوں شاگردوں کے نسخوں میں بیک وقت سہوِ کتابت واقع ہوجائے اور کسی کو تحقیق کا خیال نہ آئے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ یہ حقیقت بھی پیش نظر ہو کہ بکائی نے ابن اسحاق سے ان کی "سیرۃ" کے سماع کا شرف مدینہ منورہ میں حاصل کیا اور یونس بن بکیر نے کوفے میں اور سلمۃ بن الفضل الابرش کو یہ سعادت بصرے میں نصیب ہوئی۔

(ج) خود ابن اسحاق نے "سیرۃ" میں اس واقعے کو کم از کم تین جگہ بیان کیا ہے۔

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/۱۹۰۔
[2] ابن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، دار الفکر، بیروت ۳/۳۷۔
[3] عبدالرحمٰن السہیلی، الروض الانف۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ایک جگہ تفصیلاً اور دو جگہ اجمالاً۔ تینوں بیانات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

(۱) غزوۂ بنی نضیر کا مفصل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی بنی النضیر یستعینهم فی دیۃ ذینك القتیلین.... وأمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بإجلاءھم[1]... الخ

(۲) اس کے بعد اس واقعے کی جانب اجمالاً اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وقد حدثنی بعض آل یامین أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیامین[2]... الخ۔

(۳) اس کے بعد غزوۂ ذات الرقاع کے ضمن میں آیت کریمہ... یاأیھا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ... الخ کی شانِ نزول سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حدثنی یزید بن رومان أنھا إنما انزلت فی عمرو بن جحاش أخی بنی النضیر وماھم بہ[3]"

ان بیانات کو پیش نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اگر ان کی کتاب المغازی میں کسی مقام پر سہو کتابت ہوا ہوتا تو ان کے بیانات باہم متعارض ہوتے، حالانکہ صورت حال اس کے برعکس ہے۔

(د) ابن اسحاق (ف ۱۵۱ھ) کے بزرگ معاصرین میں موسیٰ بن عقبہ (ف ۱۴۱ھ) اور خورد سال معاصرین میں واقدی (ف ۲۰۷ھ) جیسے ممتاز اور معروف سیرت نگاروں نے بھی اپنی اپنی کتاب المغازی میں غزوۂ بنی نضیر کا وہی سبب تبلایا ہے، جو

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/۱۹۰۔

[2] ایضاً، ۲/۱۹۲۔

[3] ایضاً، ۲/۲۰۶۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ابن اسحاق کے یہاں مذکور ہے ۔ اس سے بھی ان کی کتاب میں سہو کتابت کے احتمال کی نفی ہوتی ہے ۔

(ختم)


# خلافتِ عباسیہ اور ہندوستان

از مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

ہندوستان میں ۱۱۵ سالہ عباسی دورِ خلافت کے غزوات و فتوحات اور اہم واقعات وحادثات، عباسی امراء و حکام کے ملکی و شہری انتظامات، عرب و ہند کے درمیان گوناگوں تجارتی تعلقات، بحرِ بصرہ کے ماتحت بحری امن و امان کا پیام، ہندی علوم و فنون اور علمائے اسلامی اور علوم و فنون اور علمائے اسلام اور ہندی موالی و ممالک وغیرہ مستقل عنوانات پر نہایت مفصل و مستند معلومات پیش کی گئی ہیں۔ نیز یہاں کے مسلموں اور غیر مسلموں کے عالم اسلام سے علمی و فکری اور تہذیبی و تمدنی روابط کی تفصیلات درج ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عباسی خلفاء و امراء نے پہلی بار انسانوی ہندوستان کو دنیا کے سامنے حقیقی رنگ میں پیش کیا ہے ۔

قیمت غیر مجلد چالیس روپے

مجلد عمدہ رنگین پچاس روپے

ملنے کا پتہ

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی


© rasailojaraid.com